سیر وسوانح

ابن فورک اوران کی تصنیف 'مشکل الحدیث'

مطالعہ وجائزہ

حافظ نصیر احمد

نام ونسب

آپ کا پورا نام یوں بیان کیا گیا ہے:

"الأستاذ أبو بکر محمد بن الحسن بن فورک (بضم الفاء وفتح الرائ) الأصبهاني المتکلم صاحب التصانیف" [۱]

(استاذ ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک (فاء کے پیش اور راء کی زبر کے ساتھ) اصبہانی۔ آپ متکلم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے)۔

آپ کی کنیت الانصاری بھی بیان کی گئی ہے۔ کسی مورخ نے آپ کی تاریخ ولادت ذکر نہیں کی، البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ عراق میں پیدا ہوئے۔ [۲]

تعلیم وتربیت

آپ نے اوائلِ عمر میں ہی تحصیل علم کا آغاز کر دیا تھا۔ بصرہ اور عراق میں، جو اس وقت علوم وفنون کا مرکز تھے، آپ کی تعلیمی زندگی گزری۔ آپ نے نحو، ادب، فقہ، منطق، تفسیر اور اُصول وغیرہ میں گہری بصیرت حاصل کی۔ علم الکلام میں آپ امام ابوالحسن اشعری (م ۲۶۰ھ۔ ۳۳۱ھ) کے پیروکاروں میں شامل ہیں اور فقہی مسلک کے اعتبار سے آپ کا شمار فقہائے شافعیہ میں ہوتا ہے۔ تعلیمی مراحل سے فراغت پاتے ہی آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو ادب، اصول، وعظ، علمِ کلام،

تفسیر اور اسماء الرجال میں شہرت حاصل تھی۔ آپ ایک عابد وزاہد کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔ ۳؎

مشہور اساتذہ اور تلامذہ:

ابن فورکؒ نے بصرہ اور عراق کے معروف اور اکابر علماء سے کسب فیض کیا ہے، جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ابو محمد بن فارس

۲۔عبداللہ بن جعفر

۳۔ابوالحسن محمد بن محمد بن عبدالرحمن الباھلی

۴۔ابن خرزالاھوازی وغیرہ

آپ نے طویل عرصے تک عراق، رے اور نیشاپور وغیرہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱۔ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)

۲۔ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)

۳۔ابوالفتح محمد بن ابی القاسم القشیری

۴۔ابوبکر احمد بن علی بن خلف وغیرہ۔ ۴؎

رے میں قیام کے دوران میں کچھ موقع پرست بدعتی لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور انھوں نے آپ کو اپنے غلط مقاصد کی خاطر استعمال کرنے کی کوشش کی، جس پر نیشاپور کے علماء کی ایک جماعت نے آپ سے خط و کتابت شروع کی اور آپ کو نیشاپور آنے کی دعوت دی۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ نیشاپور چلے گئے۔ وہاں لوگوں نے آپ کے لیے ایک مدرسہ تعمیر کروایا اور آپ کو اس کا شیخ مقرر کر دیا۔ متلاشیان علم جوق در جوق سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے پاس اپنی علمی

پیاس بجھانے کے لیے جانے لگے۔ آپ ایک ماہر مناظر بھی تھے۔ کئی مسائل میں آپ نے مخالفین سے مناظرے کیے اور انہیں مات دی۔ اس دوران میں غزنہ سے تعلیمی دورے کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر کئی درس دیے اور مناظرے کیے۔ واپسی پر راستے میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔۵؎

سیرت و کردار

آپ ایک نیک مزاج، نرم خو، عابد و زاہد اور متقی انسان تھے۔ دینی کتب کا بہت زیادہ احترام کرتے اور طالبان دین کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جس گھر میں قرآن مجید ہوتا تھا، وہاں آپ تعظیماً سوتے نہیں تھے، بلکہ اس کے لیے کسی اور گھر میں چلے جاتے تھے۔ خشیت الٰہی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آخرت کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں: ''میں نے ابوعلی الدقاق سے سنا ہے کہ جب ابن فورکؒ بیمار ہوئے تو میں عیادت کرنے گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ رو دیے اور کہنے لگے: ''یہ نہ سمجھنا کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ میں تو موت کے بعد پیش آنے والے احوال سے ڈرتا ہوں''۔۶؎

علمی مقام و مرتبہ

آپ ایک بلند پایہ عالم تھے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ امام حاکم نیشاپوریؒ اور امام بیہقیؒ جیسے نابغۂ روزگار افراد آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت کی بنا پر علماء نے آپ کو الاستاذ، الادیب، النحوی، الاصولی، المتکلم اور الواعظ جیسے القاب سے نوازا ہے۔ آپ کی بلند پایہ تصنیفات بھی آپ کے علمی مقام کا پتہ دیتی ہیں، خصوصاً علم کلام اور تفسیر میں آپ کو درک حاصل تھا۔ فقہ میں بھی کافی بصیرت رکھتے

تھے۔آپ کے علم و دانش کی بنا پر ہی آپ کو مختلف شہروں سے علمی دعوت نامے موصول ہوتے تھے۔۷؎

عبد الغافر بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابو صالح المؤذن کو ان کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا:

"کان الأستاذ أحد وقته، ... یستسقی به و یستجاب الدعاء عنده"۸؎

(ابن فورک یگانۂ روزگار تھے...آپ کے ذریعے بارش کی دعا کی جاتی تھی اور آپ کے پاس دعائیں قبول ہوتی تھیں۔)

صاحب **الوافی بالوفیات** کہتے ہیں:

"کان رجلاً صالحاً، بلغت مصنفاته قریباً من مائة" ۹؎

(ابن فورک نیک انسان تھے۔ان کی تصانیف ایک سو کے قریب ہیں)۔

تصانیف:

ابن فورکؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول کے موضوع پر بلند پایہ کتب تصنیف کی ہیں۔ابن خلکان لکھتے ہیں:

"بلغت مصنفاته فی أصول الفقه و الدین و معانی القرآن قریباً من مائة مصنف"۱۰؎

(ابن فورک اصول فقہ، اصول دین و معانی القرآن کے موضوع پر تقریباً سو(۱۰۰) کتب کے مصنف ہیں۔)

آپ کی چند اہم تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ **مشکل الحدیث و بیانه**

۲۔ **النظامی**

۳۔حلّ الآیات المتشابھات

۴۔الحدود

۵۔غریب القرآن

۶۔رسالۃفی علم التوحید

۷۔الاملاءفی الایضاح والکشف عن وجوہ الأحادیث الواردۃ

۸۔دقائق الأسرار

۹۔شرح کتاب العلم و المتعلم لأبی حنیفہؒ

۱۰۔تفسیر القرآن ۱۱؎

وفات:

غزنہ سے واپسی پر آپ بیمار ہوئے اور نیشاپور پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔آپ کا انتقال ۴۰۶ھ مطابق ۱۰۱۵ء میں ہوااور نیشاپور میں حیرہ کے مقام پر آپ کی تدفین عمل میں آئی۔۱۲؎

مشکل الحدیث کا جائزہ

ابوبکرمحمد بن حسن بن فورک اصبہانی، ادیب، نحوی، متکلم، اور اصولی ہونے کے ساتھ ایک بڑے محدث بھی تھے۔الغرض وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ان کی ایک اہم تصنیف **مشکل الحدیث و بیانہ** کے نام سے ہے۔ ابن فورکؒ سے پہلے محدثین مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث کو ایک ہی علم گردانتے تھے۔ انھوں نے خالصتاً علم مشکل الحدیث میں کتاب تصنیف کر کے ایک نئی سمت متعین کی۔ اس کتاب کی تدوین میں ابن فورکؒ نے مختلف انداز اختیار کیے ہیں۔کبھی وہ ایک محدث کی طرح اپنی سند سے حدیث بیان کرتے ہیں تو کبھی سند حدیث پر گفتگو کرتے ہیں۔کبھی ایک متکلم کی طرح بڑی شد و مد کے ساتھ کلامی بحث کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کے لیے ادیبانہ انداز اختیار کرتے ہیں، کبھی خطیبانہ انداز میں معتزلہ اور

دیگر فرق باطلہ پر چوٹ کرتے ہیں اور مسلک اہل سنت کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔ الغرض اس کتاب سے ان کی شخصیت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

کتاب کا نام، موضوع اور غرض و غایت

اس کتاب کے نام کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔اس کے تقریباً چودہ نام ملتے ہیں۔کسی نے اس کو مشکل الآثار ۱۳ کے نام سے توکسی نے مشکل الحدیث وغریبہ ۱۴ کے نام سے اور کسی نے التاویلات کے نام سے ذکر کیا ہے۔۱۵ اختلافی بحث سے قطع نظر یہ کتاب 'مشکل الحدیث و بیانہ' کے عنوان سے ۱۹۴۳ء میں دائرۃالمعارف العثمانیۃ حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۸۵ء میں عالم الکتب بیروت سے بھی اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

کتاب کا موضوع نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور ان پر پیدا ہونے والے اشکالات کا حل ہے۔ابن فورکؒ کے زمانے میں ملحدین و مشککین کی طرف سے ایسی احادیث پر طعن وتشنیع کیا جارہا تھا جن میں اللہ تعالی کی صفات کا بیان ہے۔ان صفات کی بنا پر مشبہہ، معطلہ، مجسمہ، قدریہ، مفوضہ نام کے کئی گروہ پیدا ہو چکے تھے، جو ایسی احادیث کو بنیاد بنا کر، جن سے تشبیہ کا اشارہ ملتا ہے، دین میں طعنہ زنی کر رہے تھے۔انہی اعتراضات اور اشکالات کا جواب دینے کے لیے ابن فورک نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور یہ کتاب تصنیف کی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> أما بعد ۔۔۔ فإنی قد وُفِقت إلی إملاء کتاب نذکر فیہ ما اشتھر من الأحادیث المرویۃ عن رسول اللہ ﷺ عما یوھم ظاھرہ التشبیہ مما یتسلّق بہ الملحدون علی الطعن فی الدین۔ (ص ۳۸)
>
> حمد وثنا کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس میں ہم رسول اللہ ﷺ کی ان مشہور احادیث کا ذکر کریں گے جن کو بنیاد بنا کر ملحد قسم کے لوگ دین میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ابن فورکؒ کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ ایسی احادیث کا، جن میں صفات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہو، اپنے فہم کے مطابق صحیح اور درست مفہوم واضح کریں، غیر اہل سنت متکلمین کے اعتراضات کا رد کریں، متکلمین کو انہی کی زبان اور انہی کے دلائل میں جواب دیں، مشبہہ کے فتنہ کو لگام دیں اور بدعتی لوگوں کی باتوں کا توڑ کریں، جو دین میں عیب جوئی اور طعنہ زنی کے راستے کھولتے ہیں۔

منہج کتاب

ابن قتیبہؒ نے جو کچھ اپنی کتاب 'تاویل مختلف الحدیث' میں لکھا ہے، ابن فورکؒ اس سے متاثر ہوئے ہیں، چنانچہ ابن قتیبہؒ کی کتاب میں جو احادیثِ تشبیہ وارد ہوئی ہیں، انہیں ابن فورک نے اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے اور جو کچھ ابن قتیبہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے، اسے بھی نقل کر دیا ہے۔ ابن فورک نے اپنی کتاب کے آغاز میں ایک مختصر مگر پر مغز مقدمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے اسماء وصفاتِ الٰہیہ کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے اور کتاب لکھنے کا مقصد واضح کیا ہے۔ انھوں نے محدثین کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے: ایک گروہ نقل و روایت پر توجہ دیتا ہے، اسانید کی جانچ پرکھ، احادیث کے طرق کو جمع کرنا اور صحیح اور ضعیف میں فرق کرنا اس کا مشغلہ ہے، جب کہ دوسرے گروہ پر اجتہاد و استنباط کا غلبہ ہے اور وہ فروع کو اصول پر قیاس کر کے نئے نئے مسائل کا استنباط کرتا اور ان کے دلائل کو مرتب کرتا ہے۔ ابن فورکؒ ان دونوں گروہوں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> فالفرق الأولٰی للدین کالخزن للملک والفرق الأخری کالبطارق التی تذب عن خزائن الملک۔ (ص ۳۸)
>
> پہلے گروہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کے خزانچی ہوں اور دوسرے گروہ کی مثال ان سپاہیوں کی سی ہے جو بادشاہ کے خزانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابن فورکؒ نے ان گروہوں کا ذکر کیا ہے جو دین میں بدعات رائج

کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں اوران کی وجہ سے اختلافات کو ہوا ملی ہے۔مختصر مقدمہ کے بعد کتاب کا اصل موضوع شروع ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ کتاب کا مرکزی موضوع 'مشکل الحدیث' ہے۔ وہ مختلف الحدیث سے تعرض نہیں کرتے، بلکہ صرف وہی احادیث لاتے ہیں جن کا معنیٰ و مفہوم سمجھنے میں کوئی اشکال پیش آ رہا ہو، یا ظاہر میں وہ قرآن، اجماع اور قیاس وغیرہ سے متعارض دکھائی دیتی ہوں۔ وہ فقہی احکام والی احادیث کا بالکل ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن کا تعلق عقائد یا صفات الٰہیہ سے ہے۔

مسائل کو پیش کرنے میں ابن فورکؒ کا منہج یہ ہے کہ وہ پہلے اس طرح کا عنوان کرتے ہیں :**ذکر خبر مما یقتضی التأویل ویوھم ظاھرہ التشبیہ**۔ پھر اصل مسئلہ بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد **بیان تأویل ذلک** کا ذیلی عنوان قائم کرکے اس کے تحت آنے والی احادیث کا مفہوم واضح کرتے ہیں اوران کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اشکال کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ اشعری مسلک کی بھرپور حمایت کرتے ہیں اوراحادیث کے ظاہری معنی سے ہٹ کر تاویلات کی طرف جاتے ہیں۔اپنے موقف کی حمایت کے لیے وہ عربی لغت اور اشعار سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ اگراس حدیث کا کوئی مفہوم پہلے کے محدثین نے ایسا بیان کیا ہو جوان کے موقف و مسلک سے مطابقت نہ رکھتا ہوتو اس کا شدید رد کرتے ہیں۔مثلاً انہوں نے ابن قتیبہؒ اور ابن خزیمہؒ وغیرہ کا رد کیا ہے، جو صفات الٰہیہ کے معاملے میں تاویل کے بجائے ان کے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں۔وہ ایسی احادیث پر طویل اور فلسفیانہ بحثیں کر کے منطق اور لغت کا سہارا لے کر ان کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جو اشاعرہ کے موقف کی تائید کرتا ہے۔

احادیث پر وارد ہونے والے اشکالات دور کرنے میں ابن فورکؒ اقتباسات کا استعمال بہت کم کرتے ہیں، البتہ وہ حنفی فقیہ محمد بن شجاع الثلجی (۲۶۶ھ) کی آراء کثرت سے نقل کرتے ہیں۔کبھی کبھی بات کو مختصر کرتے ہوئے یوں بھی کہتے ہیں:

وأدلّة ھذا الباب و شرح وجوھہ ممّا قد ذکر فی الکتب، و لیس ھذا موضع ذکرھا۔ (ص۲۰۰)

اس باب کے دلائل اور اس کے مختلف وجوہ کی شرح کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

بسا اوقات ابن فورکؒ احادیث کے اشکالات دور کرنے کے لیے ان کا سبب بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں:

"اس حدیث کا مفہوم اس بات سے بھی متعین ہوتا ہے کہ اس حدیث کا ایک خاص پس منظر ہے۔ وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے بیٹے یا غلام کے چہرے پر تھپڑ مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو برا بنائے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کو مارے تو اس کے چہرے پر نہ مارے، کیوں کہ اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (ص ۳۸)

کتاب کی تقسیم

ابن فورک کی کتاب مشکل الحدیث و بیانہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

حصۂ اول: اس میں انہوں نے ایسی احادیث بیان کی ہیں جو ظاہری طور پر تشبیہ کا معنی دیتی ہیں۔ ان کا معنی و مفہوم انھوں نے اشعری مکتب فکر کے انداز پر واضح کیا ہے۔ اس حصے میں انہوں نے پچھتر (۷۵) سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور محدثانہ انداز کے بجائے متکلمانہ طرز پر ان میں پیدا ہونے والے اشکالات پر گفتگو کی ہے۔ اس قسم میں انہوں نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱۔ میں (نبی کریم ﷺ) نے اپنے رب کو بہترین شکل و صورت میں دیکھا۔

۲۔ اللہ تعالی نے آدم کو مٹی کی ایک ایسی مٹھی سے پیدا فرمایا جو اس نے مختلف جگہوں سے لی تھی۔

۳۔ حجر اسود اللہ تعالی کا دایاں ہاتھ ہے۔

۴۔ اللہ تعالی جہنم میں اپنا پاؤں رکھے گا۔

۵۔ اللہ تعالی ہنسے گا۔

۶۔اللہ تعالی نے فرشتوں کو اپنے بازوؤں کے بالوں سے پیدا کیا ہے۔
۷۔سعد بن معاذؓ کی موت سے رحمن کا عرش ہل گیا۔

حصۂ دوم: یہ حصہ ابن خزیمہ کی کتاب التوحید کے رد میں ہے۔اس کا آغاز ابن فورکؒ نے **فصل فیما ذکرہ ابن خزیمۃ فی کتاب التوحید** کے عنوان سے کیا ہے۔اس میں انھوں نے دس احادیث کا ذکر کر کے ابن خزیمہ کا رد کیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ ان احادیث کا معنیٰ و مفہوم بیان کرنے میں ابن خزیمہ راہِ صواب سے ہٹ گئے ہیں۔

حصۂ سوم: اس حصے میں انھوں نے شافعی فقیہ ابوبکر احمد بن اِسحاق الضبعی (۳۴۲ھ) کی کتاب الاسماء والصفات کا رد کیا ہے۔اس میں انھوں نے بیس سے زائد فصلیں قائم کی ہیں، جن میں صفات الٰہیہ، مثلاً چہرہ، آنکھ، ہاتھ، پنڈلی، قدم، کلام، استواء علی العرش کے موضوعات پر احادیث ذکر کی ہیں اور ان کے سلسلے میں شافعی فقیہ ضبعی کا رد کیا ہے۔

ابن فورکؒ کا منہج:

ابن فورک کے منہج کی وضاحت کے لیے ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِھتزّ عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ۔ ۱۷
(سعد بن معاذؓ کی موت سے رحمن کا عرش ہل گیا۔)

ابن فورکؒ لکھتے ہیں: ’’بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں عرش کا حقیقی طور پر حرکت کرنا اور ہلنا مراد ہے۔ہم اس مفہوم کا انکار نہیں کرتے، کیوں کہ عرش کا ہلنا اور حرکت کرنا ممکن ہے، لیکن اس معنیٰ میں حدیث بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عرش سے مراد وہ چارپائی ہے جس پر حضرت سعدؓ کو لٹایا گیا تھا۔اس معنی میں بھی حدیث کا کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا

ہے، کیوں کہ اس حدیث میں حضرت سعدؓ کی فضیلت بیان ہو رہی ہے اور ان کی چارپائی کے ہلنے سے تو ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ یہاں اہتزاز سے مراد خوشی محسوس کرنا ہے۔ عربی کا محاورہ ہے: اِنّ فلاناً اذا دُعِیَ اِھتزّ و اذا سُئل اِرتزّ۔

(فلاں آدمی کو جب دعوت دی جاتی ہے تو خوشی سے جھومتا ہے اور جب اس سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو ٹس سے مس نہیں ہوتا۔)

یہ کلام ابو الاسود الدولی کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسے کھانے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے اور جب اس سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو سکڑ جاتا ہے اور وہ چیز دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے:

وتأخذه عندالمکارہ هزة
کما اهتز تحت البارح الغضن الرطب

(مشکلات آنے پر وہ اس طرح جھومنے لگتا ہے جیسے تر و تازہ شاخ ہوا میں جھومتی ہے۔)

چنانچہ اس حدیث میں اہتزاز سے مراد خوشی اور سرور ہے اور عرش سے مراد رحمن کا عرش ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عرش کو اٹھانے والے اور اس کے گرد گھومنے والے فرشتے اس بات پر خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ ان کے پاس سعد کی روح آ رہی ہے۔ چنانچہ یہاں پر عرش کو فرشتوں کا قائم مقام بنایا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَمَا بَكَتْ عَلَيْ ☐ هِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ** (الدخان: ۲۹) ''نہ تو ان پر زمین روئی اور نہ آسمان۔'' یہاں زمین اور آسمان سے مراد اہل زمین اور اہل آسمان ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے احد پہاڑ کے بارے میں فرمایا تھا: **ھذا جبل یحبنا و نحبه** (مسلم: ۱۳۶۵) ''یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' یعنی یہاں کے رہنے والے (انصار) ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم

ان سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عرش کے حاملین فرشتے اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ سعد بن معاذ کی روح ان کے پاس آ رہی ہے اور یہ خوشی اس بنا پر ہے کہ حضرت سعدؓ کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔(ص ۲۸۲۔ ۲۸۳)

۲۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنّ اللّٰہ تعالی لیستحی اذا رفع العبد الیہ یدیہ ان یر ذھما صفرًا من غیر شیی۔ ۱۸؎

(بے شک اللہ تعالی کو اس سے حیا آتی ہے کہ اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹائے)

حضرت یعلیٰ بن منیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنّ اللّٰہ حَیِیّ سِتِیر، فاذا أراد أحد کم أن یغتسل فلیتوا ربشیی۔ ۱۹؎

(بے شک اللہ تعالیٰ حیادار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے۔لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اسے چاہیے کہ کسی چیز سے خود کو ڈھانپ لے۔)

ابن فورکؒ ان حدیثوں کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جان لو کہ اللہ تعالی کو ایسی حیا سے موصوف کرنا جائز نہیں ہے جو مخلوق کی صفت ہے، کہ اس کی وجہ سے مخلوق میں انقباض ہوتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور اگر حیا سے مراد چھوڑنا لیا جائے تو پھر صحیح ہے۔عرب کبھی کسی شی کے سبب کو اس شیی کے نام سے بھی موسوم کر دیتے ہیں۔اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ جب دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ ان ہاتھوں کو خیر سے خالی نہیں چھوڑتا۔اس طرح آپ کا یہ فرمان بھی اس معنی پر محمول کیا جائے گا: **اِنّ اللّٰہ لیستحی أن یعذّب المتورّع** (بے شک اللہ تعالی متورع شخص کو عذاب دینے سے حیا کرتا ہے۔) لوگوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ متورع کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو روز قیامت محاسبہ سے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کر لیتا ہے''۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں دیتا، بلکہ چھوڑ دیتا ہے۔

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا** ۔ البقرۃ: ۲۶۔ (بے شک اللہ تعالی اس بات سے کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ وہ مثال بیان کرے۔) اس آیت کا بھی یہی مطلب بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالی مثال بیان کرنا ترک نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا استحیا کسی چیز کو چھوڑ دینا ہے، کیوں کہ شرمانے والا حیا کی وجہ سے کسی چیز کو چھوڑ دیتا ہے۔ جس طرح وہ ایمان کی وجہ سے گناہ چھوڑتا ہے اور حیا کی وجہ سے گناہوں سے باز آ جاتا ہے ایسے ہی ایمان کی وجہ سے گناہ ترک کر دیتا ہے۔ اس لیے آپؐ کا فرمان ہے: **الحیاء من الایمان** (بخاری: ۲۴، مسلم: ۳۶) ''حیا ایمان سے ہے۔'' اور ارشاد فرمایا: **إذا لم تستحی فاصنع ماشئت** (بخاری: ۳۴۸۳) ''جب تو حیا نہ کرے تو جو مرضی ہو وہ کر۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کسی دوسرے سے حیا نہ کرے تو گناہ اور برائی کا ارتکاب کرنے میں اس کو دین روکے گا نہ حیا۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے: **اِنّ اللّٰہ حَیِیٌ سِتّیر** تو حیا کا معنی ہم بیان کر چکے ہیں اور **سِتّیر** بمعنی ساتر کے ہے، یعنی اللہ تعالی اپنے بندوں کے عیب چھپانے والا ہے، ان کو دوسرے انسانوں پر ظاہر نہیں کرتا۔ جس طرح قدیر بمعنی قادر اور علیم بمعنی عالم آتا ہے۔ جب ان حدیثوں کا وہ مطلب مراد لیا جائے گا جو ہم نے بیان کیا ہے تو مفہوم درست ٹھہرے گا اور جو لوگ ان میں تشبیہ کا دعوی کرتے ہیں ان کی بات مردود ہو گی۔'' (ص ۲۹۶)

مشکل الحدیث کے تراجمِ ابواب

علامہ ابن فورکؒ نے اپنی اس کتاب کو کسی فقہی یا اصولی ترتیب پر تالیف نہیں کیا ہے، بلکہ ایک متکلم کی حیثیت سے فِرَق باطلہ کی تردید سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ علمِ بیان کا ماہر ہونے کی وجہ سے مقدمۂ کتاب فصاحت و بلاغت کا غماز ہے اور تراجم ابواب کو بھی اسی نہج پر قائم کرنے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ پہلے وہ کسی موضوع پر حدیث یا آیت ذکر کرتے ہیں، پھر **'بیان تاویل ذلک'** کے ساتھ اس کا

معنیٰ بیان کرتے ہیں، پھر اس کی معارض حدیث یا قرآن کی آیت لاتے ہیں۔ اگرایک حدیث مختلف سندوں سے مروی ہوتو سب کو بیان کرتے ہیں۔ ذیل میں تراجم ابواب سے متعلق چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔کتاب کا آغاز انھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق والی حدیث سے کیا ہےاور باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے: **ذکر خبر مما یقتضی التأویل و یوھم ظاھرہ التشبیہ** (ص ۴۵) اس کے بعد عنوان کی وضاحت کر کے بغیر سند کے حدیث بیان کی ہے اور متنِ حدیث پر متکلمانہ نہج سے گفتگو کی ہے۔ اپنے مسلک کے مطابق اس کی تاویل کے لیے باب کا عنون '**بیان تاویل ذٰلک**' (ص ۴۸) کے الفاظ سے قائم کیا ہے۔حدیث پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد الگ فصل قائم کی ہےاوراس حدیث کی دیگر تاویلات ذکر کرنے کے بعد ان کا رد بھی کیا ہے۔ اس حدیث کے مضمون پر حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث کی تاویل ایک الگ فصل قائم کر کے ذکر کی ہے۔اس کے بعد اس معنی کی دیگر روایات ذکر کر کے ان پر جرح کی ہے۔آخر میں اسی بحث کو طول دیتے ہوئے دیگر عناوین قائم کیے ہیں۔

۲۔جہنم کے بھرنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کا عنوان **ذکر خبر آخر مما یقتضی التأویل و یوھم ظاھرہ التشبیہ** (ص ۱۲۵) کے الفاظ سے کرتے ہیں اور اس سے متعلقہ بحث اپنے مسلک کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

۳۔اللہ تعالیٰ عزوجل کے تبسم فرمانے کے بارے میں حدیث باب **ذکر خبر آخر مما یقتضی التأویل و یوھم ظاھرہ التشبیہ** (ص ۱۳۶) کے الفاظ سے ذکر کی ہے۔پھراس کی تاویل کے لیے **بیان تاویل ذٰلک** کا عنوان قائم کیا ہے۔(ص ۱۳۸)

۴۔ایسے ہی **ذکر خبر آخر مما یقتضی التأویل و یوھم ظاھرہ التشبیہ** (ص ۱۴۳) کے الفاظ سے باب باندھ کر تخلیقِ ملائکہ کے بارے میں اوراللہ تعالیٰ کے مکان، بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کے موضوعات کی احادیث کی تاویل پیش کی ہے۔

۵۔ ذکر خبر آخر مما یقتضی التاویل کا عنوان قائم کر کے اللہ تعالی کے حجابات میں ہونے (ص ۲۹۱)، اس کے آسمان میں ہونے (ص ۳۸۹)، موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالی کے کلام کرنے (ص ۴۰۲) اور اللہ تعالی کا ہاتھ ہونے (ص ۴۳۳) والی احادیث کی تاویل پیش کی ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ شذرات الذہب: ۵/ ۴۲۔

۲۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تاج الدین السبکی، ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع دوم، ۱۴۱۳ھ، ۵/ ۱۵۵۔ اکمال الکمال: ۴/ ۵۱۰۔ طبقات الفقہاء الشافعیہ: ۱/ ۱۳۶۔ وفیات الاعیان: ۴/ ۲۷۲۔ سیر أعلام النبلائ: ۱۷/ ۲۱۴۔۲۱۵۔ الوافی بالوفیات: ۲/ ۲۵۴۔ شذرات الذہب: ۵/ ۴۲۔

۳۔ معجم المؤلفین: ۹/ ۲۰۸۔ شذرات الذھب، ص: ۵/ ۴۲۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۵/ ۱۵۵۔ طبقات الشافعیہ، ابو بکر بن احمد بن محمد عمر بن قاضی شہبہ، عالم الکتب، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ، ۱/ ۱۹۰۔

۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبری: ۵/ ۱۵۶۔ طبقات الشافعیۃ: ۱/ ۱۹۰۔۱۹۱۔

۵۔ طبقات الشافعیۃ الکبری: ۵/ ۱۵۶۔ وفیات الاعیان: ۳/ ۲۸۵۔

۶۔ طبقات الشافعیۃ الکبری: ۵/ ۱۵۶۔ وفیات الاعیان: ۴/ ۲۷۲۔

۷۔ معجم المؤلفین: ۹/ ۲۰۸۔ وفیات الاعیان: ۴/ ۲۷۲۔

۸۔ سیر اعلام النبلائ: ۱۷/ ۲۱۵۔ الوافی بالوفیات: ۲/ ۲۵۴۔

۹۔ الوافی بالوفیات: ۲/ ۲۵۴۔ وفیات الاعیان: ۴/ ۲۷۲۔

۱۰۔ الوافی بالوفیات: ۲/ ۲۵۴۔ تاج التراجم، ابو الفداء زین الدین قاسم بن قطلو بغا (المتوفی: ۸۷۹ھ)، دار القلم دمشق، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ئ، ص: ۲۵۸۔

۱۱۔ فؤاد سزگین، تاریخ التراث العربی، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، الریاض، ۱۹۸۳ھ: ۵۲/۴۔ معجم المؤلفین: ۹/ ۲۰۸۔ الاعلام للزرکلی: ۶/ ۸۳۔

۱۲۔ وفیات الاعیان: ۴/ ۲۷۲۔ الوافی بالوفیات: ۲/ ۲۵۴۔ الاعلام: ۶/ ۸۳۔

۱۳۔ معجم المولفین: ۲۰۸/۹۔

۱۴۔ الاعلام: ۶/۸۳۔

۱۵۔ مجموع الفتاوی، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی (المتوفی: ۷۲۸ھ)، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵/ ئ: ۵/ ۲۳۔

۱۶۔ مشکل الحدیث، ص ۴۸۔ یہ حدیث دیگر کتبِ حدیث میں بھی مروی ہے، ملاحظہ کیجیے، مسند احمد: ۲۰۴۲۷، ۸۱۲۵، ۹۶۰۴۔ مسند الحمیدی: ۱۱۵۴۔الاسماء والصفات للبیہقی: ۶۳۸، ۶۳۹۔سنن ابی داود: ۴۳۴۹۔ مسند ابی یعلیٰ، دار المامون للتراث: ۶۲۷۴۔

۱۷۔ بخاری: ۳۸۰۳، مسلم: ۲۴۶۶

۱۸۔ ترمذی: ۳۵۵۶، ابن ماجہ: ۳۸۶۵، ابوداود: ۱۴۸۸

۱۹۔ نسائی: ۴۰۷، مسند احمد: ۱۷۹۷۰

عصر حاضر میں اسلام کے علمی تقاضے

مولانا سید جلال الدین عمری

یہ مولانا کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ اور ماہ نامہ زندگی نو نئی دہلی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ان مقالات میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا اسلام کی طرف متوجہ ہو اور اس کی حقانیت تسلیم کرے تو ہمیں اس کے لیے بھرپور علمی اور فکری تیاری کرنی ہوگی اور اسلام کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرنا ہوگا۔امید ہے کہ ان مقالات سے فکر ونظر کو تحریک ملے گی اور یہ اسلامی تحقیق کے عمل کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

صفحات: ۸۰ قیمت: ۵۲